بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ

هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ط (الشوریٰ: ۱۴)

دعوتِ قرآن

اور

یہ فرقہ پرستی

ابو انور جدون

فاروقِ اعظم روڈ کیماڑی، کراچی

ایک ضروری اور عاجزانہ گزارش

ربّ ذوالجلال کے نام سے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک انسانی کاوش کی حیثیت سے میری اس تحریر میں غلطیوں کا احتمال خارج از امکان نہیں۔ مجھے سند یافتہ مفتی یا علامہ ہونے کا دعویٰ نہیں۔ اللہ پر ایمان کے حوالے سے البتہ میرا یہ یقین ہے کہ اللہ اپنے کسی بھی بندے سے اپنے دین کا کام لینے میں محتاج نہیں۔ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ ہر قسم کے مسلکی اور گروہی تعصبات سے بالا تر ہو کر اس تحریر کا خالص قرآن و حدیث کی روشنی میں مطالعہ کریں اور اسی معیار پر غلطیوں کی نشاندہی کریں۔ ان شاء اللہ ایسی ہر مخلصانہ نشاندہی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کے مطابق اصلاح کی کوشش کی جائیگی۔

اس تحریر میں بظاہر تو میرے مخاطب "الدین الخالص" کے لکھنے والے ابو جابر دامانوی ہیں لیکن فی الحقیقت اس حوالے سے میرا خطاب ان سب لوگوں سے ہے جو بدقسمتی سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برخلاف قبر پرستی، مسلک پرستی اور شخصیت پرستی کا شکار ہو کر اللہ اور رسولؐ اور دین اسلام کے مقابلے میں اپنے باطل عقائد، مسالک و فرقوں اور پسندیدہ شخصیات کو ترجیح دینے والے اور ان سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔۔ اللہ گواہ ہے کہ اس تحریر کا مقصد کسی کی ذاتی مخالفت یا دل آزاری نہیں بلکہ صرف یہی ایک چیز پیشِ نظر ہے کہ شاید اس کے مطالعے سے کسی کے دل میں

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اتر جائے، عقل پر سے بغض و حسد اور غفلت کے پردے چھٹ جائیں اور جسے زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ بھی حق بات سے بے خبری میں موت سے ہمکنار نہ ہو۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط (الانفال : ۴۲)

۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰه وسلامٌ على عبادہ الّذين اصطفٰى

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ط وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ج وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ○ (الانعام : ١٠٦، ١٠٧)

"پیروی کرو اس کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کرلو اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو ان پر نگران نہیں بنایا اور نہ تم ان پر داروغہ ہو"

ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے خلاف لکھی ہوئی مختلف کتابوں، کتابچوں اور پوسٹروں وغیرہ سے ترتیب دی گئی "الدین الخالص"[1] نامی کتاب کی دوسری قسط ابوجابر دامانوی نے شائع کی ہے جو کہ اب تک قبروں کے ذریعے مردہ پرستی، تعویذات اور دیگر ذریعوں سے دین فروشی کرنے والوں اور کچھ

[1] دامانوی کو اپنی اس کتاب کا نام "الدین الخالص" کے بجائے "الدنیا والخالص" رکھنا چاہیے تھا کیونکہ اس کتاب میں ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے بغض میں رائج الوقت بدعقیدگی کی حمایت کر کے موجودہ فرقوں اور عوام الناس کی خوشنودی اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے چونکا دینے والا انداز اپنایا گیا۔ نیز قیمت اور تحریری مواد کے لحاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف دنیا کمانے اور دنیا والوں کو خوش

مسلک پرستوں نے دامانوی صاحب کو اس "کارنمایاں" پر شاباش[1] بھی دی ہو بہرحال آدھی کتاب میں ابوجابر دامانوی نے "الدین الخالص" پہلی قسط کے دلائل دہرائے ہیں اور بقیہ آدھی کتاب میں مختلف فرقوں اور جماعتوں کے علماء اور مشائخ کے فتوؤں کے عکس چھاپ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ ان مختلف مسالک کے علماء اور مشائخ نے ڈاکٹر عثمانی (مرحوم) کو کافر کہا ہے اس لیے ڈاکٹر عثمانی کافر ہیں اور یہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی (مرحوم) نے چونکہ ان تمام فرقوں اہل حدیث، دیوبندی بریلوی اور تبلیغی جماعت وغیرہ کے ماننے والے "مومنین" سے الگ راہ اختیار کی ہے اس لیے وہ گمراہ ہو گئے ہیں بلکہ صاحب کتاب نے کچھ یہاں تک مبالغہ آرائی کی ہے کہ ڈاکٹر عثمانی "عنقریب نبوت کا اعلان کرنے والے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ ساری ریل پیل و دولت کی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی" کی وفات کے ساتھ ہی یہ تحریک ختم ہو جائے گی اور کھانے پینے والے پروانے اڑ جائیں گے کسی نے سچ کہا ہے کہ بلی کو خواب میں چھیچھڑے

کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

[1] خاص طور سے بڑے بھائی طبیب کمال عثمانی نے خوب داد دی ہوگی جس نے "الدین الخالص" کو ترتیب دینے میں ابوجابر کی خوب مدد کی ہے اور ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی پرانی (غصب کردہ) کتابوں کے فوٹو اسٹیٹ نکلوا کر اس کے حوالے کیے ہیں کیونکہ یہ کتابیں صرف کمال عثمانی کے قبضے میں ہیں۔ کمال عثمانی (امیر حزب اللہ) ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ اگر کوئی نیا آدمی اس کی جماعت میں شامل ہونا چاہے تو صرف اس نئے شخص (مرید) سے پہلے ڈاکٹر عثمانی کو گالیاں دلواتا ہے (جس طرح معین الدین چشتی اپنے نئے مرید سے

ہی نظر آتے ہیں (ابو جابر کی نظر کچھ اپنی ہی قماش کے لوگوں پر ہوئی ہوگی کیونکہ ان کا اپنا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھا) بہرحال اللہ کے فضل وکرم سے ان کے لگائے ہوئے دونوں الزامات غلط ثابت ہوئے ڈاکٹر عثمانیؒ نے اللہ کی توفیق سے قرآن وحدیث کی روشنی میں توحید کی جو شمع روشن کی تھی، ان کی وفات کے بعد بھی وہ روشن ہے اور توحید کے پروانے اس کے گرد جمع ہوکر اپنے قلوب کو منور کرنے کے بعد اس کی روشنی کو پھیلا رہے ہیں اور اس طرح اللہ کا شکر ہے کہ دعوتِ حق کی تحریک کا کام مزید بڑھ رہا ہے

ابو جابر صاحب نے بلا ضرورت دو جواز "عذاب قبر" اور "قبر" کو ثابت کرنے کے لیئے لمبی خامہ فرسائی کی ہے حالانکہ ڈاکٹر عثمانی نے نہ تو قبر[ل] اور نہ ہی "عذاب قبر" کا انکار کیا ہے بلکہ انھوں نے اپنی کتاب کا عنوان ہی "عذاب قبر" رکھا ہے جس کے سرورق پر حدیث البخاری کے حوالے سے واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ "عذاب القبر حق" اور کتاب کے اندر لکھا ہے ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (عَبَس: ۲۱) اس طرح قرآن وصحیح حدیث کے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان قیامت سے پہلے نہیں بلکہ قیامت کے دن زندہ ہوگا اور اس دوران عذاب وراحت کا معاملہ اس دنیاوی گڑھے میں دنیاوی بدن کے ساتھ نہیں بلکہ برزخ میں ہوتا ہے۔ ابو جابر دامانوی نے اپنی اس کتاب

چشتی رسول اللہ کا نعرہ لگواتے تھے) اس کے بعد اسے ممبر بناتا ہے۔

ل عثمانیؒ نے کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ مُردے مرگھٹ سے یا خلاء سے اٹھائے جائیں گے۔

میں فریب کاری اور تقیہ بازی کا خوب مظاہرہ کیا ہے لیکن قرآن بادل کائنات کے ذوالجلال رب کے، جس نے قرآن میں اعلان کر دیا ہے کہ حق غالب ہوکر رہتا ہے اور باطل کو آخر کار مٹ جانا ہے اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بیشک باطل کو مٹ جانا ہے) وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ "اور اللہ اپنی باتوں (مدد) سے باطل کو نابود اور حق کو ثابت کر دیتا ہے۔" (الشوریٰ: ۲۴)

دامانوی نے اپنی کتاب کے آخر میں خود اعتراف کر لیا ہے کہ ڈاکٹر عثمانیؒ کا دو موتوں اور دو زندگیوں والا عقیدہ بالکل درست ہے اور یہ کہ مردے کے ساتھ روح کے تعلق کا کوئی واضح اشارہ کسی حدیث میں نہیں ملتا۔

قبر پرستوں اور فرقہ پرستوں کی وکالت کرنے کے لیئے ابو جابر نے اپنی کتاب کی ضروری وضاحت میں اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر موت کی دعا کی ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ کون سے اسلام اور ایمان پر، اہلحدیثوں کے اسلام اور ایمان پر، دیوبندیوں کے اسلام اور ایمان پر یا بریلویوں کے اسلام اور ایمان پر۔ (یاد رہے کہ یہ تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں) انہی فرقوں اور مسلکوں کے علماء اور مقلدوں نے توحید کے علمبردار اللہ کے نیک بندے ڈاکٹر عثمانیؒ پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ آیئے ہم قرآن سے معلوم کرتے ہیں کہ کیا انسانوں کی اکثریت نے کبھی ایمان وتوحید کے پیغام کو ٹھنڈے پیٹوں.. برداشت کیا ہے اور کیا دنیا دار فرقہ پرست علماء کے فتووں سے اللہ کا.. کوئی نیک بندہ کافر وگمراہ بن جاتا ہے؟

سب سے پہلے ہم قرآن سے اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کا حال پوچھتے ہیں جو اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک ایک اللہ کی طرف بلاتے رہے

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ لہ "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے۔"

قرآن فرماتا ہے کہ اس سادہ اور سیدھی بات کو ماننے کی بجائے قوم کے سرداروں، معززین اور قوم والوں نے نوح علیہ السلام کی مخالفت شروع کردی اور انھیں پاگل قرار دیا۔ وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝" (القمر: ۹)۔

انھوں نے نوح علیہ السلام پر گمراہی کے فتوے لگائے اور کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ کہ "ہم تمھیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔" یعنی ہم تمھیں ہدایت یافتہ نہیں بلکہ گمراہ سمجھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والے مسلمانوں کو گالیاں دیا کرتے تھے...

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ (ھود: ۲۷) "اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے (ساتھی) پیروکار ہم میں ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں اور وہ بھی عقل و شعور سے عاری (بیوقوف اور جاہل ہیں)" یعنی نہ تم میں کوئی معزز اور سمجھدار آدمی موجود ہے اور نہ کوئی سند یافتہ عالم، یونہی دو الفاظ سیکھ کر سارے لوگوں کو کافر و مشرک کہتے ہو۔ قوم نے نوح علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَ

لہ نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کے علاوہ پانچ اولیاء اللہ کو پکارا کرتی تھی ان کا عقیدہ تھا کہ یہ اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں۔ اپنے پاس آنے والوں کی سنتے ہیں، ان کو پہچانتے ہیں، مدد کرتے ہیں۔ جھولیاں بھر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ لوگ ان وفات شدہ نیک لوگوں کو پکارا کرتے تھے۔

كْثَرْتَ جِدَالَنَا "اے نوح! تم نے ہم سے بہت بحث مباحثے، جھگڑے اور مناظرے کیے۔ نہ ہم تمھیں قائل کر سکے اور نہ تم ہمارے سامنے کوئی ٹھوس ثبوت پیش کر سکے، ہم تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں اور تمہاری کسی بات اور دلیل کو نہیں مانتے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ "لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم اپنے دعوائے رسالت میں سچے ہو" (ھود: ۳۲)

چنانچہ قرآن بتاتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بات بہت کم لوگوں نے مانی تھی۔ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اور اس (نوح) کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے (ہود: ۴۰) اور قوم کی اکثریت نے اپنے اس خیرخواہ کو سختی کے ساتھ تنبیہ کی کہ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ؕ "اے نوح! اگر تم (توحید کی تبلیغ سے) باز نہ آئے تو سنگسار کر دیے جاؤ گے" (الشعراء: ۱۱۶)

آخر کار نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سخت رویے، ان کی مخالفت اور نفرت سے تنگ آکر اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! میں نے دن رات ایک کر کے گلیوں میں، چوراہوں پر، ان کی اجتماع گاہوں میں سختی سے، نرمی سے، زور سے اور آہستہ غرض قوم کے ایک ایک فرد کے دروازے پر جا کر تیری توحید بیان کی تیرا پیغام پہنچایا ہے لیکن میری سرکش اور کافر قوم حق بات کو ماننے کے بجائے میری اور میرے ساتھیوں کی جانوں کے درپے ہو چکی ہے۔ اے میرے رب! فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ "تو میرے اور ان (میری قوم) کے درمیان کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے (ایماندار) ساتھیوں

کو بچا لے۔" (الشعراء : ۱۱۸)

اس طرح قرآن سے ثابت ہوا کہ قوم کے معززین، علماء و مشائخ، سرداروں اور ان کے ساتھ قوم کی اکثریت نے نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو کافر، گمراہ اور جاہل قرار دیا تھا جب کہ نوح علیہ السلام اللہ کے سچے پیغمبر اور ان کے ماننے والے سچے ایماندار تھے۔

نوح علیہ السلام کے بعد جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم (عاد) کو شرک و کفر سے منع کیا اور ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم کی اکثریت اور ان کے بڑوں نے اپنے پیغمبر پر گمراہی اور کفر کے فتوے لگائے۔ قرآن ہمیں بتلاتا ہے کہ انھوں نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ

يٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔۔۔۔

"اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔" (ہود : ۵۳)

یہاں تک کہ قوم عاد کے سرداروں اور اکابرین نے (جو نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی میں بچ جانے والے مومنوں کی اولاد میں سے تھے) ہود علیہ السلام پر علی الاعلان گمراہی اور جہالت کا فتویٰ لگایا اور کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ "تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔" (الاعراف : ۶۶) یعنی تمہاری باتوں میں کوئی خاص وزن نہیں ہے نہ تم کوئی بڑے عالم یا مشہور آدمی ہو اور ہمارے سامنے تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہمارا تو خیال

ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تمھیں دیوانہ کر دیا ہے اس لیئے تمہاری یہ ساری باتیں ہماری نگاہوں میں دیوانے کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ قرآن بتلاتا ہے کہ قوم عاد کی اکثریت نے آخر دم تک اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو جاہل، گمراہ اور دیوانہ سمجھا اور ان کی بات نہ مانی لیکن اللہ کے ہاں وہ سچے رسول اور ان کے ساتھی ایمان لانے والے سچے مومن تھے چنانچہ اللہ نے ان کو بچا لیا اور قوم عاد کی اکثریت پر دنیا میں بھی لعنت برسائی گئی، ان پر عذاب آیا اور قیامت کے دن بھی وہ اسی کے مستحق ہوں گے۔ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (ہود : ۶۰)

ہود علیہ السلام کے بعد اللہ کے نبی صالح علیہ السلام نے اپنی قوم (ثمود) کو الٰہ واحد کی بندگی کی طرف بلایا اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کرنے سے منع فرمایا لیکن قوم کے لوگوں نے خاص کر قوم کے بڑے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی بات کو ماننے سے انکار کیا اور ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں یہ دلائل دیئے کہ کیا ہمارے باپ دادا اور ہمارے علماء و مشائخ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے مقابلے میں ایک تم اور تمہارے یہ چند کمزور اور غریب ساتھی ہی سمجھدار ہو۔ اللہ کی کتاب بیان کرتی ہے کہ قوم کے بڑوں نے صالح علیہ السلام کے ایماندار ساتھیوں سے کہا کہ صالح گمراہ ہو گئے ہیں ان کی تمام باتیں غلط ہیں اس لیئے ان سے الگ ہو جاؤ ورنہ یہ تمھیں بھی گمراہ اور بے دین کر دیں گے۔ لیکن اللہ کے ان مومن بندوں نے ان متکبر دنیا دار اور پیشہ ور مذہبی پیشواؤں کو دو ٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا ہے ہم انھیں اللہ

کو بچا لے۔" (الشعراء : ۱۱۸)

اس طرح قرآن سے ثابت ہوا کہ قوم کے معززین، علماء و مشائخ، سرداروں اور ان کے ساتھ قوم کی اکثریت نے نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو کافر، گمراہ اور جاہل قرار دیا تھا جبکہ نوح علیہ السلام اللہ کے سچے پیغمبر اور ان کے ماننے والے سچے ایماندار تھے۔

نوح علیہ السلام کے بعد جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم (عاد) کو شرک و کفر سے منع کیا اور ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم کی اکثریت اور ان کے بڑوں نے اپنے پیغمبر پر گمراہی اور کفر کے فتوے لگائے۔ قرآن ہمیں بتلاتا ہے کہ انھوں نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ

يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ ....

"اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے پر نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔" (ہود : ۵۳)

یہاں تک کہ قوم عاد کے سرداروں اور اکابرین نے (جو نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی میں بچ جانے والے مومنوں کی اولاد میں سے تھے) ہود علیہ السلام پر علی الاعلان گمراہی اور جہالت کا فتویٰ لگایا اور کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ "تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔" (الاعراف : ۶۶) یعنی تمہاری باتوں میں کوئی خاص وزن نہیں ہے نہ تم کوئی بڑے عالم یا مشہور آدمی ہو اور ہمارے سامنے تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہمارا تو خیال

ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تمھیں دیوانہ کر دیا ہے اس لیئے تمہاری یہ ساری باتیں ہماری نگاہوں میں دیوانے کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ قرآن بتلاتا ہے کہ قوم عاد کی اکثریت نے آخر دم تک اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو جاہل، گمراہ اور دیوانہ سمجھا اور ان کی بات نہ مانی لیکن اللہ کے ہاں وہ سچے رسول اور ان کے ساتھی ایمان لانے والے سچے مومن تھے چنانچہ اللہ نے ان کو بچا لیا اور قوم عاد کی اکثریت پر دنیا میں بھی لعنت برسائی گئی، ان پر عذاب آیا اور قیامت کے دن بھی وہ اسی کے مستحق ہوں گے۔ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط (ہود : ۶۰)

ہود علیہ السلام کے بعد اللہ کے نبی صالح علیہ السلام نے اپنی قوم (ثمود) کو الٰہ واحد کی بندگی کی طرف بلایا اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کرنے سے منع فرمایا لیکن قوم کے لوگوں نے خاص کر قوم کے بڑے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی بات کو ماننے سے انکار کیا اور ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں یہ دلائل دیئے کہ کیا ہمارے باپ دادا اور ہمارے علماء و مشائخ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے مقابلے میں ایک تم اور تمہارے یہ چند کمزور اور غریب ساتھی ہی سمجھدار ہو۔ اللہ کی کتاب بیان کرتی ہے کہ قوم کے بڑوں نے صالح علیہ السلام کے ایماندار ساتھیوں سے کہا کہ صالح گمراہ ہو گئے ہیں ان کی تمام باتیں غلط ہیں اس لیئے ان سے الگ ہو جاؤ ورنہ یہ تمھیں بھی گمراہ اور بے دین کر دیں گے۔ لیکن اللہ کے ان مومن بندوں نے ان متکبر دنیا دار اور پیشہ ور مذہبی پیشواؤں کو دو ٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا ہے ہم انھیں اللہ

کا سچا رسول سمجھتے ہیں (الاعراف) قوم ثمود کی اکثریت اپنے اس خیر خواہ پیغمبر کو جھٹلاتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے عذاب کے ذریعہ اس نافرمان، کافر و مشرک قوم کو نیست و نابود کردیا اور صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نوازا اور عذاب سے بچا کر عزت کے ساتھ زمین کا وارث بنا دیا۔

اسی طرح قرآن ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے باز رہنے اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کی تلقین کی لیکن قوم والوں نے ان کی دعوت پر توجہ دینے کے بجائے ان کی ہنسی اڑائی۔ اللہ کے اس حنیف بندے نے اپنی قوم کو شرک سے باز رکھنے کے لیے عملی قدم بھی اٹھایا اور قوم کے تمام معبودوں (بتوں) کو ریزہ ریزہ کرکے اور نصیحت کے طور پر بڑے بت کو سلامت چھوڑ کر ہتھوڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ قوم کو عقلی دلیل اور ثبوت کے ساتھ آسانی سے سمجھایا جا سکے یہاں تک کہ وہ گھڑی بھی آتی ہے جس کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے یہ سارا معاملہ کیا تھا۔ قوم کے لوگوں نے اپنے داتاؤں، دستگیروں، مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کی یہ دُرگت دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اے ابراہیمؑ! کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے بڑے سکون سے پوری قوم کو جواب دیا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمہارے سامنے پیران پیر (بڑا بت) کھڑا ہے اسی سے پوچھ لو وہ تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ یہ سن کر انھوں نے دل میں تسلیم کر لیا فقالوا اور کہنے لگے اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ "اور دل ہی دل میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ) واقعی تم ہی ظالم ہو۔" کہ ایسے

معبودوں کی بندگی کرتے ہو اور ان سے مدد کے طلب گار ہو جو آج ہمیں اپنے دشمن کا نام تک نہیں بتا سکتے چنانچہ شرمندہ ہوکر سر جھکا لیا اپنی بدعقیدگی کا اعتراف کرلیا لیکن اس کے باوجود بھی ابراہیم علیہ السلام سے کہتے ہیں لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ کہ "اے ابراہیم! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ بول نہیں سکتے۔" (الانبیاء: ۶۵) اس پر ابراہیم علیہ السلام نے ان کو جواب دیا کہ افسوس ہے تم پر اور تمہاری عقلوں پر کہ تم اس الحی القیوم، السمیع الخبیر، البصیر اور الحلیم ذات (اللہ وحدہٗ لاشریک) کو چھوڑ کر ایسوں کی بندگی کرتے ہو جو کچھ بھی نہیں کرسکتے، بے اختیار و بے خبر ہیں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے ٹھوس دلائل سے عملی مظاہرہ کرکے قوم کو سمجھایا کہ تم سب غلطی اور گمراہی پر ہو جس کا قوم نے دل میں اعتراف بھی کیا لیکن اس کے باوجود اپنے جھوٹے پندار کے دفاع میں باطل عقیدے پر قائم رہی اور انھوں نے فیصلہ کردیا کہ ابراہیم گمراہ اور دین کے باغی ہیں اور اعلان کیا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا ... اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ کہ "اگر تمہیں اپنے معبودوں کی عزت کا کچھ پاس ہے اور ان کا انتقام لینے کے لیے) کچھ کرنا ہے تو اس کو (ابراہیمؑ کو) جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔" (الانبیاء: ۶۸) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کرکے آگ میں پھینک دیا گیا لیکن جس زندۂ جاوید رب کے وقار کے لیے ابراہیم علیہ السلام یہ سب کچھ کر رہے تھے وہ یہ سارا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ کائنات کے ذرّے ذرّے کے خالق و مالک نے آگ کو حکم دیا: يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ کہ "اے آگ! (میرے حنیف بندے) ابراہیم پر سلامتی

کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا" قرآن بیان کرتا ہے کہ پوری آبادی کے لوگ ابراہیم علیہ السلام کو باغی اور گمراہ سمجھ کر جلا ڈالنا چاہتے تھے لیکن اللہ نے اپنے اس مسلم اور یکسو بندے کو ان کے مکروفریب اور بری چالوں سے بچالیا اور انکی قوم کو دنیا و آخرت کی رسوائی اور خسارے سے دوچار کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے زمانے ہی میں اللہ کے ایک اور پیغمبر لوط علیہ السلام نے جب اپنی گمراہ قوم کو شرک، کفر اور بے حیائی کے کاموں سے باز رہنے کی نصیحت کی تو پوری قوم نے لوط علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے بڑوں نے لوط علیہ السلام اور ان کی بات ماننے والے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ دیا " اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ کہ " ان کو (لوط اور ان کے ساتھیوں کو) اپنے علاقے سے نکال دو یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔" (الاعراف: ۸۲) یعنی لوطؑ اور اس کے ماننے والے خود گمراہ ہیں۔ ان کا ہمارے درمیان رہنا ہمارے لیئے نقصان دہ ہے، یہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ انھوں نے واضح طور پر لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کے کہنے سے ہرگز اپنے عقائد اور کرتوتوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں قوم کے بے حیائی اور بے شرمی پر مبنی افعال پر ٹوکتے ہوئے ایک موقع پر لوط علیہ السلام نے ان کو یہاں تک کہا۔ " اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ○ کہ کیا تم میں ایک بھی شریف (حیادار) آدمی نہیں ہے"

(ہود: ۷۸)

قرآن بتلاتا ہے کہ قوم لوط (علیہ السلام) نے اپنے خیرخواہ پیغمبر کی بات نہیں مانی اور شرک اور بے حیائی کے کاموں پر جمی رہی تو

اللہ نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور اس طرح اپنے عذاب کے ذریعے ان کو فنا کر دیا۔

اسی طرح قرآن میں شعیب علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جنھوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی بندگی کرنے اور اس سے ڈرنے کی نصیحت کی اور اللہ کے احسانات یاد دلائے کہ میری قوم! اللہ نے تمھیں سب کچھ دیا ہے اس لیئے ناجائز اور حرام طریقوں سے مال نہ کماؤ۔ جائز اور حلال طریقوں سے لین دین کرو، ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ اللہ پر مکمل بھروسہ رکھو، اللہ تمھیں اس سے بھی زیادہ خوشحالی اور ترقی عطا فرمائے گا لیکن قوم کے لوگوں نے اللہ کے سچے پیغمبر شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے ان کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور قوم کے سردار اور بڑے لوگ انھیں ڈرانے لگے۔ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ۔ کہ "اے شعیب! اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو اور جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ط۔ "یا تم (توبہ کر کے) ہمارے مذہب میں شامل ہو جاؤ۔" (الاعراف: ۸۸)۔ کبھی وہ شعیب علیہ السلام کے ماننے والوں کو اس طرح سمجھاتے کہ شعیب گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کی باتوں پر ایمان لا کر تم بھی گمراہی کی موت مروگے لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ "اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو تم خسارے میں پڑ جاؤ گے" (الاعراف: ۹۰) اور کبھی پر وہ شعیب علیہ السلام کو یوں جواب دیتے۔ يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

مَا نَشٰٓؤُا ط "اے شعیب! کیا تمھیں تمھاری نماز یہ سکھاتی ہے (کہ ہم انھیں یہ بتاؤ) کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں یا اپنے مال کو اپنی مرضی سے خرچ نہ کریں۔" (ہود: ۸۷) یعنی یہ سراسر ہماری مرضی کا معاملہ ہے، مال ہمارا اپنا ہے ہم چاہے غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دیں، کسی قبر یا مزار پر شیرینی بانٹیں، جانور ذبح کریں، قوالیاں کریں، مزارات پر قیمتی شالیں چڑھائیں یا دنیا کے عیش اڑائیں، تم کون ہو ہمیں مشرک، بدعتی عیاش اور بدکردار کہنے والے؟

غرض مدین والے اللہ کے سچے رسول شعیب علیہ السلام کی مخلصانہ نصیحتوں پر ایمان نہیں لائے اور انھوں نے انکی دعوت کا یہ جواب دیا کہ "اے شعیب! ہم نے تمہاری بہت تقریریں اور نصیحتیں سن لیں تمہارے خیال میں ہم اور ہمارے یہ سارے علماء اور مشائخ کافر و مشرک ہیں۔ سن لو! تم اور تمہارے ساتھی نہ مال و دولت میں ہم سے زیادہ ہو، نہ تعداد میں اور نہ طاقت میں ابھی تک اگر ہم نے تمھیں برداشت کیا ہے تو یہ محض تمہارے خاندان اور برادری کی وجہ سے جو ہمارے ہم عقیدہ اور ہم مسلک ہیں ورنہ ہم کب کا تمھیں سنگسار کر دیتے وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔" اور اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم ضرور تمھیں سنگسار کر دیتے اور تمھیں ہم پر غلبہ حاصل نہیں" (ہود: ۹۱)

قرآن بیان کرتا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو آخر وقت تک ہمدردی سے سمجھایا کہ اے میری قوم! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تمہارے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر ان لوگوں کا خوف اور لحاظ ہے تم نے اللہ کو بھلا دیا ہے جو تمہارے سارے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے کیا تم قوم

نوح، قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ کے انجام سے بے خبر ہو؟ اور قوم لوطؑ کا زمانہ تو تم سے کچھ دور نہیں وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ اور کہا وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ کہ "(اے میری قوم) اپنے پروردگار سے معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو، بیشک میرا ربّ مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔" (ہود ۸۹، ۹۰)

مدین والوں نے اپنے اس خیر خواہ بھائی اور اللہ کے رسول شعیب علیہ السلام کی نصیحت بھری باتوں کی پرواہ نہیں کی اور آخر وقت تک اپنے سرداروں اور علماء و مشائخ کی اندھی تقلید کرتے رہے اور باپ دادا کے راستے پر جمے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اپنا عذاب بھیج کر مدین کے بڑے بڑے صنعتکاروں، تاجروں، ساہوکاروں، مذہبی پیشواؤں اور ان کی پیروی کرنے والوں سب کو ہلاک و برباد کر دیا اور اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ماننے والے کمزور ساتھیوں کو بچا لیا۔

قرآن نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ انھوں نے اپنے وقت کے طاغوت اور ظالم ترین حکمران فرعون کو کفر و شرک اور ظلم و فساد سے منع کیا لیکن فرعون اور اس کے درباریوں نے موسیٰ علیہ السلام پر جادوگر اور جھوٹا ہونے کا الزام لگایا اور انھیں اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ فرعون نے اپنے ملک کے تمام بڑے بڑے جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بھی کروا دیا۔ مقابلے کے وقت پوری آبادی ایک طرف اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دوسری طرف کھڑے تھے، سارے لوگ اپنے امام اور حکمران فرعون اور جادوگروں کے حق میں اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف

خوف کھا رہے تھے۔ بحیثیت انسان موسیٰ علیہ السلام اتنے سارے لوگوں کی مخالفت سے گھبرا رہے تھے لیکن ربّ ذوالجلال نے اپنے بندے کو تسلی دی: يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى کہ "اے موسیٰ خوفزدہ نہ ہو، بیشک تم ہی غالب رہو گے۔" (طٰہٰ: ۶۸)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ان ماہر جادوگروں کے درمیان مقابلہ شروع ہوتا ہے اور اللہ کی مدد سے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ان کے تمام جادو کو بے اثر کر دیتی ہے۔ اس حقیقت کو دیکھ کر وہ خوش قسمت انسان جو کچھ دیر پہلے دنیا پرست جادوگر تھے فوراً سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے: اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ "ہم ایمان لائے پروردگارِ عالم پر، جو موسیٰ اور ہارونؑ کا بھی ربّ ہے۔" (الاعراف: ۱۲۱، ۱۲۲) اس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کی مدد سے فرعون اور اس کی پوری قوم سے مقابلہ میں جیت گئے جس کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ فرعون اور اس کی قوم بھی جادوگروں کی طرح حقیقت کو تسلیم کر کے ایمان لے آتے مگر ظالم فرعون نے اس کے برعکس ان ایمان لانے والے جادوگروں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا اور ان سے کہا: لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ کہ "میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔" (الاعراف: ۱۲۴)

لیکن اللہ کے ان ایماندار بندوں نے جنھوں نے کچھ ہی دیر پہلے ایمان قبول کیا تھا، فرعون کو جواب دیا کہ کوئی پرواہ کی بات نہیں، ایمان لانے کے جرم میں تم جو سلوک چاہو ہم سے کرو، ہم اس سے پلٹنے والے نہیں، ہم تو

اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس ایمان کی وجہ سے ہمارا پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اسی طرح قرآن میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ایک مردِ مومن کا حال بیان ہوا ہے جو فرعون کی قوم میں سے تھا۔ اس وقت قوم میں صرف یہ ایک اللہ کا بندہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لایا تھا اور اس نے اپنے ایمان کو اس وقت ظاہر کیا جب فرعون اور اس کے وزیروں اور مشیروں نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اللہ کے اس مومن بندے نے فرعون اور اس کے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ "کیا تم لوگ ایک شخص (موسیٰ علیہ السلام) کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا ربّ ہے۔" (المومن: ۲۸) پھر اس مردِ مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ میری قوم! اگر تم موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانتے ہو تو میری بات مانو، میں تمہارا اپنا قومی بھائی ہوں، تمھیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔ میری قوم! مجھے تمہارے بارے میں پچھلی قوموں، قومِ نوح اور عاد و ثمود کی طرح کے عذاب کا ڈر ہے۔ تم نے (یعنی تمہارے باپ دادا نے) اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کو بھی جھٹلا دیا تھا۔ آج دنیا کے مال و دولت اور اقتدار نے تمہاری آنکھوں اور عقلوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ یاد رکھو کہ یہ ساری چیزیں عارضی ہیں، ہمیشہ کی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ آج موقع ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول (موسیٰ علیہ السلام) کی بات مان کر اللہ پر ایمان لے آؤ۔ اس طرح آخرت میں اللہ تعالیٰ تمھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی لازوال جنتوں کا وارث بنا دے گا۔ لیکن ان طاغوت پرستوں اور دنیا داروں نے اللہ کے اس مومن بندے کی بات ماننے کے بجائے خود اسے اپنے دین

میں واپس لانے کی کوشش کی۔ اس مرد مومن نے ان سے کہا وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ ۔ کہ "اے میری قوم! میرا کیا (معاملہ) ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ جب کہ تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو

وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ اور میں تم کو زبردست اور بخشنے والے (مہربان رب) کی طرف بلاتا ہوں۔" (المومن : ۴۱، ۴۲)

آخر کار اس مرد مومن نے ان سے کہا کہ سن لو اگر آج تم نے میری یہ سیدھی سی ایمان کی بات نہ مانی تو کل قیامت کو ضرور مانو گے فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ "جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر) یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔" (المومن: ۴۴)

فرعون، قوم کے سرداروں اور دوسرے لوگوں نے موسٰی علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اور اہل ایمان کو گمراہ اور غلط سمجھ کر نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن اللہ نے موسٰی علیہ السلام اور ایمان والوں کو سمندر میں راستہ دے کر بچا لیا اور فرعون کو اس کے لاؤ لشکر سمیت غرق کر دیا۔

اسی طرح سورۃ یٰسین میں تین پیغمبروں کا ذکر ہے انھوں نے ایک گاؤں کے رہنے والوں کو کفر و شرک سے منع کیا اور ایمان کی دعوت دی۔ گاؤں والوں نے ان تینوں پیغمبروں کو جھٹلا دیا اور کہا کہ تم معمولی حیثیت کے لوگ ہو، رحمٰن نے تمھیں پیغمبر نہیں بنایا ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم تینوں جاہل، گمراہ اور منحوس ہو اور تمھاری ان باتوں سے ہمارے باپ دادا کے حضرات

ناراض ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ہم پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں خبردار! اگر تم ہمارے بڑوں اور باپ دادا کے خلاف بولنے اور گستاخی کرنے سے باز نہ آئے اور آئندہ ہمارے سامنے توحید بیان کی تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے۔ قرآن بیان فرماتا ہے کہ اس بستی میں ان تین پیغمبروں کی دعوت پر ایک آدمی ایمان لایا اور اس ایماندار شخص نے بھی اپنی قوم کو اللہ کے مقابلے میں دوسروں کو پکارنے سے منع کیا۔ قوم کے لوگوں نے اس مومن شخص کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم بھی ان پیغمبروں کی بات مان کر بے دین اور گمراہ ہو گئے ہو پہلے تو ہم تمھیں سمجھاتے ہیں کہ اپنے باپ دادا کے دین میں واپس آجاؤ ورنہ ہم تمھیں بھی سنگسار کر دیں گے لیکن اس مومن جوانمرد نے پوری قوم کو جواب دیا کہ اگر میں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر تمہارے خود ساختہ معبودوں کو پکارنا شروع کیا تو پھر اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ "میں بھی کھلی گمراہی میں ہوں گا جس طرح تم سب گمراہ ہو۔ اِنِّىْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ "سن لو! میں ڈرنے اور دبنے والا نہیں ہوں) میں تمہارے رب پر اعلانیہ ایمان لا چکا ہوں۔"

یہ سنتے ہی وہ سارے لوگ اس مرد مومن پر ٹوٹ پڑے اور اس کو شہید کر دیا۔ اللہ نے اس کے لیے حکم فرمایا قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ کہ "جنت میں داخل ہو جا" کاش ان ظالموں کے درمیان پڑی ہوئی تھی لیکن اللہ نے اس مومن شہید کو برزخی بدن کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد اس نیک بندے نے خواہش ظاہر کی کہ کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے، جو مجھے گمراہ سمجھ رہی تھی، کہ اللہ نے میری بخشش

فرما کر مجھے عزت والوں میں شامل کر دیا۔

اسی طرح قرآن میں عیسٰی علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے اہل کتاب قوم بنی اسرائیل کو کفر و شرک سے منع کیا اور نصیحت کی یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ط کہ "اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو کہ میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی" اور اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ، "جو بھی (آدمؑ کی اولاد میں سے چاہے وہ کسی پیغمبر کا باپ ہو، بیٹا ہو، چچا ہو، کوئی رشتہ دار ہو یا کوئی اور شخص) اللہ کے ساتھ شرک کریگا تو اللہ نے ایسے شخص پر جنت حرام کر دی ہے۔" وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ہ "اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔" (المائدہ : ۷۲) یعنی جن کو یہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر چاہے وہ فرشتے ہوں، پیغمبر ہوں، اولیاء اللہ ہوں یا ان کے خود ساختہ معبود کوئی بھی اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔

اللہ کے اس پیغمبر عیسٰی ابن مریم علیہما السلام نے قوم کے سامنے اللہ کی عطا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے، برص کے مریضوں کو ٹھیک کرنے اور مٹی سے بنے ہوئے پرندوں کو ہوا میں اڑانے کے معجزات دکھائے لیکن اس کے باوجود بھی ان اہل کتاب اور انبیاءؑ کی اولاد ہونے کے دعویداروں نے عیسٰی علیہ السلام پر جادوگر، جاہل، گمراہ اور کفر کے فتوے لگائے اور اپنے اس سچے خیر خواہ سے انتہائی نفرت کا

اظہار کیا یہاں تک کہ اس قوم کے علماء مشائخ اور لوگوں نے حکومت وقت سے مطالبہ شروع کر دیا کہ عیسٰی ابن مریم کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکایا جائے انھوں نے "سبیل المؤمنین" کو چھوڑ کر اپنا ایک الگ راستہ (دین) اختیار کر لیا ہے آخر کار اس سیاسی حکومت نے اکثریت کا مطالبہ مان کر اللہ کے سچے رسول عیسٰی علیہ السلام کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھانے کا حکم صادر کر دیا، لیکن رب کائنات نے (جس کو عیسٰی علیہ السلام کی اس طرح موت منظور نہ تھی) عیسٰی علیہ السلام کو اپنے پاس زندہ آسمانوں میں اٹھا لیا۔ اور ان بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ، حکمرانوں اور ان کی اندھی پیروی کرنے والے لوگوں کے مکر و فریب سے بچا لیا۔

قرآن تمام گزرے ہوئے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ج فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ط "ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لیکر آئے مگر وہ ایسے لوگ نہیں تھے کہ جس بات کو پہلے جھٹلا چکے ہوں، اس پر ایمان لے آئیں۔" (الاعراف : ۱۰۱) فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

لے عیسٰی ابن مریم علیہما السلام اللہ کی مشیت کے تحت آسمانوں میں زندہ ہیں قیامت سے پہلے ایک امتی کی حیثیت سے زمین پر دوبارہ اتریں گے اور مسلمانوں کی امامت سنبھالیں گے۔

نوٹ :۔ (اگر زندہ پیغمبر عیسٰی علیہ السلام کو پکارنے والے عیسائی کافر و مشرک ہیں تو پھر وفات شدہ پیغمبر کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے والوں کو اپنی حیثیت کا تعین کر لینا چاہیئے)

بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ " اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (ان کے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر فخر کرنے لگے (اور رسولوں کا مذاق اڑانے لگے) (المومن ۸۳)

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝ " اور ہم نے ان لوگوں کی اکثریت کو وعدہ نبھانے والا نہیں پایا بلکہ ہم نے ان کی اکثریت کو (بدعہد) نافرمان پایا۔" (الاعراف)

تمام انبیا علیہم السلام اور ان کی قوموں کے بعد آیئے اب قرآن سے اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ السلام کا حال پوچھتے ہیں جب انھوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی طرف بلاتے ہوئے نصیحت کی اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ کہ " اے لوگو! اس بات کا اقرار کرلو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود (داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس یا غوث) نہیں تو (دنیا و آخرت میں) کامیاب ہوجاؤ گے " قرآن بتاتا ہے کہ اس بہترین نصیحت اور جوہری بات کے جواب میں قوم والوں نے (جو خانہ کعبہ کے مجاور، حج کرنے اور حاجیوں کی خدمت کرنے والے لوگ تھے) محمد صلی اللہ علیہ السلام پر اعتراضات، فتوؤں کی بوچھاڑ شروع کردی اور کہنے لگے کہ تم مجنون ہو، گمراہ ہو، شاعر ہو، جھوٹے ہو، جادوگر ہو، نفس پرست ہو، جادو زدہ ہو، کاہن ہو، بڑا بننا چاہتے ہو، شہرت چاہتے ہو، گستاخ ہو، بے ادب ہو، رحمٰن کے نہیں شیطان کے پیغمبر ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ نے قرآن کے ذریعے ان کے ایک ایک اعتراض کا اور فتوے کا جواب دیا اور فرمایا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ " تمہارے رفیق (محمد) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔" وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ

" اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں " (النجم : ۳) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں " (الحاقہ : ۴۱) وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ " اور نہ ہی کسی کاہن کا کلام ہے " (الحاقہ : ۴۲)

یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ شاعر ہیں اور نہ کاہن۔

اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ آپ لوگوں کے اعتراضات اور فتوؤں کی پرواہ نہ کریں فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ " تو (اے رسول) تم نصیحت کرتے رہو، تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ مجنون (دیوانے)۔ "

(الطور : ۲۹)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ " بلاشبہ تمھارا رب خوب جانتا ہے اسے بھی جو رستے سے بھٹک گیا ہے اور انھیں بھی جو ہدایت پر ہیں۔ "

(القلم : ۷)

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ " پس تم جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا۔ " (القلم : ۸)

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ " اور تم اخلاق اعتبار سے بڑے مقام پر ہو۔ " (القلم : ۴) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ " پس جو حکم تم کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو۔ " (الحجر : ۹۴، ۹۵)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ " اللہ تمھیں لوگوں سے

بچائے رکھے گا ، (المائدہ : ٦٧) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۝ "بس اللہ
ہی پر بھروسہ رکھو۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ لوگوں کی مخالفت کی
پرواہ کرنا اور ان کے مطالبات اور اعتراضات کو اہمیت دینا لوگوں کی اکثریت
نہ پہلے انبیاء علیہم السلام سے خوش تھی اور نہ آپؐ سے خوش ہوگی
ان کی اکثریت ہمیشہ گمراہ ہوتی ہے، اس لیے اکثریت کی بات مانوگے تو
وہ تمہیں بھی گمراہ کردیں گے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۝ "اور اگر تم نے زمین پر اکثریت کی بات
مانی تو وہ تمہیں بھی اللہ کی راہ سے پھیر دیں گے" (الانعام : ١١٧)

وَاَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور اکثر لوگ نہیں سمجھتے
(المومن ٥٧)

وَاَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اور اکثر لوگ ایمان نہ لاتے۔
(المومن ٥٩)

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝
"اور ان لوگوں کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں رکھتی مگر شرک کے ساتھ۔"
(یوسف : ١٠٦)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کی قوم یہ چاہتی ہے
کہ آپؐ ان کو مومن و مسلمان تسلیم کرلیں اور کافر و مشرک کہنا چھوڑ دیں، ان کے ساتھ
اتحاد کرلیں اور ان کے نظریات و عقائد کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں تو اس طرح
یہ بھی آپ کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ "یہ لوگ چاہتے ہیں

کہ تم نرمی اختیار کرو تو وہ بھی نرم ہوجائیں۔" (القلم : ٩) فرمایا کہ یہ لوگ
آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپؐ اس قرآن میں کچھ تبدیلی کرلیں جس میں
طاغوت اور ان کے معبودوں کا انکار نہ ہو تاکہ وہ اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے
معبودوں کی بھی بندگی کرسکیں اور کرتے رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا گیا کہ ان بیوقوفوں سے کہدو مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ
مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ "کہ مجھے کوئی اختیار نہیں کہ اس (قرآن) میں
اپنی طرف سے تبدیلی کروں۔" ان سے کہدو کہ یہ تو اللہ کا نازل کردہ کلام
ہے اور کہیں اگر میں نے اس میں کوئی ردو بدل کی یا اس کو تم تک پہنچانے
میں اپنے ربّ کی نافرمانی کی تو اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ "مجھے قیامت کے دن کے عذاب کا خوف
ہے اگر میں نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی۔" (یونس : ١٥)

غرض قرآن و حدیث گواہ ہیں کہ مکہ (عرب) کے لوگوں نے
اپنے اصلی خیر خواہ و ہمدرد اور اللہ کے سچے اور آخری رسول کی بات نہیں
مانی۔ ان کی مخالفت کی، ان کو گالیاں دیں، ان پر پتھراؤ کرکے لہولہان
کیا، ان پر خاک اڑائی، ڈرایا دھمکایا، ان کے گلے میں چادر کا پھندا ڈالکر
کھینچا یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ کے رسولؐ کو اپنے
آبائی وطن میں نہ رہنے دیا۔ یہی رویہ ان لوگوں کا صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھا۔ ۱

---

۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ ز
وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝ صلے وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ لا بلاشبہ مجرم (کافر) لوگ اہل ایمان سے

ان کو بھی گمراہ اور بے دین سمجھ کر گرم ریت اور تپتے انگاروں پر لٹایا گیا پانی میں ڈبکیاں دی گئیں، مارا پیٹا گیا۔

ان تمام ایذا رسانیوں اور مخالفتوں کی وجہ سے آخر کار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے، ان ستائے ہوئے مظلوم و پریشان حال صحابہؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ میں اہلِ کتاب یہودیوں کے بڑے بڑے عالم و فاضل موجود تھے۔ انھوں نے جانتے بوجھتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا اور گمراہ ہونے کے فتوے لگائے۔ ان اہلِ کتاب لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنے.. احبار و رھبان کی باتوں اور فتوؤں پر ایمان رکھا جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ "انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو اللہ کے مقابلے میں ربّ مان لیا ہے"۔ (التوبہ : ۳۱)

ان اہلِ کتاب علماء و مشائخ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مباحثوں اور مناظروں کے چیلنج دیئے لیکن مناسب حد تک بات سمجھا دینے کے بعد اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان فرقہ پرست، قبر پرست اور دین فروشوں سے کہدو تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ کہ "آؤ ہم اپنے بیٹوں

باقی حاشیہ ص ۲۷

ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے اور جب ان (ایمانداروں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں۔

(المطففین : ۲۹، ۳۰، ۳۲)

اور اپنی بیویوں اور تم اپنے بیٹے اور بیویوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم بھی آؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا کریں کہ وہ جھوٹوں پر لعنت کرے"۔

(آلِ عمران : ۶۱)

اندازہ لگایئے! جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو زبانی تقریروں، دلائل اور مناظروں سے قائل نہیں کر سکے۔ تو اس امت میں اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو ان فرقہ پرست اور دین فروش علماء و مشائخ کو.. سمجھا کر قائل کر سکے۔ ڈاکٹر عثمانی مرحوم تو رسولؐ کے ایک عام اُمتی ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ کائنات کے فیصلے اللہ اکیلا کرتا ہے اور اپنی مرضی سے کرتا ہے وہی الحیّ، القیوم، السمیع، الخبیر، البصیر، العلیم ہے۔ ان صفات میں اس کا کوئی ساجھی و شریک نہیں ہے یہ باتیں تو یہودی علماء بھی جانتے اور مانتے تھے اسی لیئے تو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان سے کہدیں يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا کہ "اے اہلِ کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ (اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں) کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔" وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے علاوہ اپنا کارساز سمجھے۔" فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ اور اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو (ان سے) کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں"

(آلِ عمران : ۶۴)

ان باتوں کو ماننے اور جاننے کے باوجود اہل کتاب میں سے صرف
دو یا تین افراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔[1]
قرآن سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو عالم ایک مرتبہ کسی باطل فرقے
یا مسلک سے وابستہ ہو جاتا ہے اس کے بعد پورا قرآن دلیل کے طور پر اس کے سامنے
پیش کر دو وہ کبھی اپنے باطل فرقے کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتا الا ماشاءاللہ کیونکہ اس
فرقے کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ اس لیے اگر فرقے کے بانی نے کوئی
غلطیاں کی بھی ہوں گی تو یہ عالم اس غلطیات کو اپنے علم کے بل بوتے پر
صحیح ثابت کرنے، اپنے فرقے کے بڑوں کا دفاع کرنے اور اس طرح فرقے
کے جھنڈے کو بلند کرنے کی کوشش کریگا یہی وجہ ہے کہ آج تمام باطل فرقوں کے
ماننے والوں کے پاس جہالت پر مبنی ایسے اثر کرنے والے دلائل ہیں جن سے
عوام الناس متاثر ہو رہے ہیں لیکن ربّ ذوالجلال نے ایسے علماء سے بچنے کے
لیے ایمانداروں کو خبردار کیا ہے اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ کہ "بیشک احبار و رہبان
(مولویوں اور پیروں) کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے
سے کھاتے ہیں۔" اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ط "ان (لوگوں) کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔" (التوبہ: ۳۴)

---

[1] حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ
"جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ ان (ہمارے پیغمبرؐ) کو اس طرح جانتے
ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔" (الانعام: ۲۰)

یعنی لوگوں کی دنیا لوٹنے کے ساتھ ساتھ ان کی آخرت کو بھی
برباد کر دیتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے قرآن میں ایسے عالم کی نشاندہی ان الفاظ
میں بھی کی ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا حاصل کرنے والے عالم کی مثال کتے کی
سی ہے، ہر وقت کھانے (مال حاصل کرنے) کے چکر میں ہوتا ہے کہ کہیں سے
کچھ مل جائے (الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶) یہ اپنی مزدوری اور اجرت لوگوں
سے مانگتا ہے اور جب اللہ کے بندے اس کی توجہ اللہ کے اس فرمان کی طرف
مبذول کرا کے اس کو منع کرتے ہیں وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا
کہ "میری آیتوں کو تھوڑی سی دنیوی قیمت کے عوض نہ بیچو۔" (البقرۃ: ۴۱)
تو یہ سند یافتہ چالاک جواب دیتا ہے کہ یہ آیت تو یہودیوں کے لیے اتری
ہے۔۔۔۔ دین فروش مولوی کے اس جواب کا تو پھر یہ مطلب ہوا کہ نماز،
روزہ، زکوٰۃ، جہاد اور تبلیغ جیسی عبادات صرف یہودیوں پر فرض تھیں، اسی
طرح کفر و شرک، قتل، زنا، سود، جوا، دوسروں کا مال کھانے، چوری کرنے
اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے سے صرف ان کو منع کیا گیا تھا مسلمانوں کے لیے
یہ احکامات نہیں ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے جو چیزیں ان اہل کتاب پر
حرام تھیں وہ مسلمانوں پر بھی حرام ہیں[1] اور جو عبادات ان پر فرض تھیں،

---

[1] ہر دور کے مومن سے اللہ نے اس کی جان و مال کا جنت کے عوض سودا کیا ہے پہلے
مومن کو اللہ کے دین یا کلام پر مال کمانے کی اجازت تھی اور آج کے مومن کو اس
بات کی اجازت ہے کہ وہ دین یا کلام اللہ پر مال و جائیداد
جمع کرے۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ۔
"یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہر مومن کیلئے ضروری ہے" (التوبہ: ۱۱۱)